Fikr-o-Nasar (Islamabad) 6:1 (1968)

شبیر احمد خان غوری

تاریخ فلسفہ میں

شیخ بُو علی سینا کا مقام

پہلی قسط میں فلسفہ کا تاریخی پس منظر اور شیخ ابن سینا کے سوانحِ حیات اور اُن کی تصانیف کا ذکر ہے شیخ کی عبقریت کے عوامل خمسہ کے ضمن میں سب سے پہلے اس کے خاندانی ماحول کو بیان کیا گیا ہے شیخ ایک اسماعیلی المذہب خاندان میں پیدا ہوا تھا۔ اس طرح بچپن سے انہیں فلسفیانہ فضا میسّر آئی۔

بیہقی "تتمہ صوان الحکمۃ" میں لکھتا ہے: وہ اور اس کا باپ رسائل اخوان الصفا کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ اور اس کے مضامین پر غور و فکر کیا کرتا تھا۔ اور شیخ بھی کبھی کبھی اس میں غور و فکر کیا کرتا تھا، لیکن یہ ہونہار بچہ جو آگے چل کر ایک دیرپا فلسفی نظام کی تدوین کرنے والا تھا، کورانہ تقلید پر کسی طرح خود کو راضی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ان کے مذاکرات سنتا تھا اور جو کچھ بحث و مباحثہ ان میں ہوتا، اسے سمجھتا تھا۔ ساتھ ساتھ خود "رسائل اخوان الصفا" کا مطالعہ کرتا تھا۔ مگر باپ اور بھائی کی دعوت اور تلقین کے باوجود رسمی (اسماعیلی) مذہب کے قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ بایں ہمہ بچپن کے ان فکری نقوش نے اس کے ذہن پر گہرے اور دیرپا اثرات چھوڑے، جنہوں نے اس کے مخصوص فلسفیانہ نظام کے لئے اساس و بنیاد کا کام دیا۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے:

"اور ابن سینا نے الٰہیات و نبوات اور معاد و شرائع کے بارے میں کچھ کتابیں لکھی ہیں جن کے اندر اس کے پیش روؤں (یونانی فلاسفہ) نے کوئی کلام نہیں کیا تھا۔ اور نہ ان تک اُن کی عقل کی رسائی ہوئی تھی، نہ ان کا علم وہاں تک پہنچا تھا۔ ابن سینا نے ان نئے مسائل کو مسلمانوں سے اخذ کیا تھا۔ اگرچہ یہ تعلیمات اس نے ان ملاحدہ سے اخذ کی تھیں، جو اسلام کی طرف منسوب ہیں جیسے فرقہ اسماعیلیہ اسں

کے خاندان والے ان کے اہل دعوت اور حاکم بامر اللہ اسماعیلی کے پیروؤں میں سے تھے"۶۵

بلکہ واقعہ تو یہ ہے کہ بچپن کے انھیں تعلیمی نقوش نے اسے تبحر و مہارت حاصل کرنے پر آمادہ کیا۔ ابن تیمیہ نے دوسرے مقام پر لکھا ہے :۔

" ابن سینا نے اپنے متعلق خبر دی ہے کہ اس کے گھر والے یعنی اس کا باپ اور بھائی انہیں بددین ملاحدہ سے تعلق رکھتے تھے اور یہ کہ وہ صرف اسی وجہ سے فلسفہ میں مشغول ہوا"۶۶

بہرحال ابن سینا انہیں خاندانی معتقدات کی بنا پر ایک مستقل فلسفی نظام کی تشکیل کے قابل ہوا جو اس کے پیشروؤں (بالخصوص ارسطو) سے اپنی ثروت و ندرت دونوں میں ممتاز ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے :۔

" اور چونکہ ابن سینا نے مسلمانوں کے مذہب سے بہت کچھ سیکھا تھا۔ اور جو کچھ اس نے حاصل کیا ملاحدہ سے اور ان لوگوں سے جو ان سے بہتر ہیں جیسے معتزلہ اور رافضہ، حاصل کیا تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ جو کچھ اس نے اپنی عقل کی مدد سے ان ملاحدہ وغیرہ سے سیکھا ہے اور جو کچھ اس نے اپنے پیش روؤں (یونانی فلاسفہ) سے اخذ کیا تھا، دونوں کو آپس میں تطبیق دے۔ پس اس نے فلسفہ کے اندر ایسے مسائل میں کلام کیا جو اس کے پیش روؤں کے کلام سے نیز اس کلام سے جسے اس نے اختراع کیا تھا، مرکب ہیں۔ جیسے نبوات اور اسرار آیات و مقامات (عارفین و مرتاضین کے ریاضت و مجاہدہ اور ان کے کشف و کرامات وغیرہ) میں کلام۔ یہی نہیں بلکہ طبیعیات اور منطقیات میں بھی اس نے نئے مسائل کا اختراع کیا۔ نیز واجب الوجود اور اس جیسے دیگر مسائل میں بھی نئے انداز سے کلام کیا۔ ورنہ ارسطو اور اس کے متبعین کے یہاں نہ تو واجب الوجود کا ذکر ہے اور نہ ان احکام کا جو واجب الوجود کے لئے ثابت کئے جاتے ہیں۔ فلاسفہ متقدمین تو صرف علت اُولیٰ ہی کا ذکر کرتے ہیں" (الرد علی المنطقیین صفحہ ۱۴۳-۱۴۴)

۲۔ فقہی جدلیات

دس سال کی عمر میں شیخ نے قرآن مجید کو ختم کیا اور اصول ادب سے بھی فی الجملہ آشنائی بہم پہنچائی ابھی اس نے فلسفہ و حکمت کی باقاعدہ تعلیم شروع نہیں کی تھی کہ فقہ کی تحقیل کے لئے شہر کے ایک

---

۶۵ الرد علی المنطقیین صفحہ ۲۷۸-۲۷۹ ۶۶ ایضاً صفحہ ۱۴۲

مشہور فقیہہ اسماعیل الزاہد کے یہاں جانا شروع کیا۔ اس زمانہ میں فقہ اور متعلقہ علوم مثلاً خلافیات وجدلیات کو علمی و درباری حلقوں میں بڑی اہمیت حاصل تھی۔ اس کا فطری نتیجہ تھا کہ فقہ کو تعلیمی نصاب میں خاص مقام حاصل ہو۔[٦٧]

بہر حال فقیہات میں دست گاہ عالی حاصل کرنے کی غرض سے شیخ نے فقیہ اسماعیل الزاہد کے یہاں جانا شروع کیا۔ بیہقی لکھتا ہے:۔

"شیخ بوعلی سینا اسمٰعیل زاہد کے پاس فقہ پڑھنے جایا کرتا تھا اور وہاں خلافیات کے مسائل حاصل کرتا تھا۔ نیز مناظرہ کیا کرتا تھا۔"[٦٨]

خود شیخ کہتا ہے کہ منطق و حکمت کی باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے سے پہلے (جو ابوعبداللہ الناتلی کے بخارا آنے پر شروع ہوئی) میں نے اسماعیل زاہد کے یہاں فقہ اور متعلقہ علوم کی تحصیل کے لئے جانا شروع کر دیا تھا:۔" الناتلی کے بخارا آنے سے پہلے میں فقہ کی تحصیل میں مصروف تھا اور اس فن کے لئے اسماعیل زاہد کے یہاں جایا کرتا تھا اور میں اس فن کے بہترین سوال کرنے والوں میں سے تھا۔ میں نے مطالعہ نیز مجیب (فریق متقابل) پر اعتراض کرنے کے طریقے جیسا کہ اس فن کے ماہرین کی عادت ہوتی ہے، سیکھ لئے تھے۔"[٦٩]

غرض شیخ کی عبقریت کو جس چیز نے جلا دی، وہ اسماعیل الزاہد کا تلمذ تھا۔ ابھی اس نے منطق کی پہلی کتاب بھی نہیں پڑھی تھی کہ ان کے فیض تلمذ نے اسے منطقی و معقولی بنا دیا۔ منطق کی پہلی کتاب "ایساغوجی" اس نے الناتلی کے بخارا آنے پر شروع کی اور جب "جنس" کی تعریف میں پڑھا کہ

"الجنس ھو المقول علی کثیرین مختلفین بالنوع فی جواب ما ھو۔"[٧٠]

---

[٦٧] چنانچہ بشاری مقدسی جس نے اسی زمانہ میں بخارا اور ماوراء النہر کے دوسرے شہروں کی سیاحت کی تھی سامانی حکمرانوں کے بارے میں لکھتا ہے (احسن التقاسیم صفحہ ۳۳۹) "بخارا کے حکمرانوں کا طریقہ ہے کہ وہ علماء سے زمین بوسی نہیں کراتے .... اور بخارا میں جو شخص سب سے زیادہ فقہ کا عالم ہوتا ہے، اسے منتخب کر کے اعلیٰ رتبہ دیتے ہیں، اسی کی رائے پر چلتے ہیں، اس کی حاجتوں کو پورا کرتے ہیں اور اسی کی سفارش پر لوگوں کو ملازمتیں دیتے ہیں۔

[٦٨] تتمہ صوان الحکمۃ صفحہ ۴۰۔ [٦٩] سرگزشت ابن سینا صفحہ ۱-۲

[٧٠] جنس وہ ہے جو مختلف انواع سے تعلق رکھنے والے افراد کے لئے 'ماھو' کے جواب میں بولا جائے۔

تو شیخ نے اس تعریف پر وہ ایرادات کئے اور پھر اس خوبی سے انھیں دفع کیا کہ استاد بھی دنگ رہ گیا۔[۱]
یہ تحقیق و تدقیق کا ملکہ اس نے اسماعیل الزاہد ہی کے فیض تلمذ سے حاصل کیا تھا۔ اُن کے حلقۂ درس میں نفقہ خوانی سے شیخ کو "تفقہ فی الدین" تو نصیب نہیں ہوا مگر جدلیات و مناظرہ میں جو دست گاہ عالی اس نے حاصل کی، اس نے اس میں غیر معمولی سرعت کے ساتھ علوم حکمیہ کے اخذ کرنے کی صلاحیت پیدا کر دی۔

۳- ابو عبداللہ الناتلی کی شاگردی

اسی زمانہ میں ابو عبداللہ الناتلی بخارا آیا۔ وہ ایک اسماعیلی داعی تھا۔ اس کے ساتھ علوم حکمیہ کا بھی بڑا ماہر تھا۔[۲] چنانچہ بیہقی اس کے بارے میں لکھتا ہے :-

" ابو عبداللہ الناتلی : حکیم اور عالم تھا اور اخلاق جمیلہ کے ساتھ متصف تھا۔"[۳]

اس نے (بیہقی نے) الناتلی کا ایک رسالہ حقیقت وجود کے موضوع پر بھی دیکھا تھا جس سے اس نے حکمت الٰہیہ میں اس کی مہارتِ کاملہ کا اندازہ لگایا تھا :-

" میں نے مباحث وجود اور اس کے مصداق کی شرح میں الناتلی کا ایک نفیس رسالہ دیکھا ہے۔ یہ رسالہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اس فن میں بڑا صاحب کمال تھا اور علم الٰہیات میں انتہائے کمال کو پہنچا ہوا تھا۔"[۴]

شیخ کے باپ نے کچھ تو ہم مذہب ہونے کے رشتہ اور کچھ بیٹے کی تعلیم کی خاطر اسے اپنے ہی یہاں مہمان رکھا۔ شیخ نے پہلے اس سے منطق میں "ایساغوجی" شروع کی۔ پہلا ہی سبق پڑھانے کے بعد استاد نے شاگرد کے جوہر قابل ہونے کا اندازہ لگا لیا اور شیخ کے باپ کو تاکید کی کہ علوم حکمیہ کی تحصیل کے علاوہ اسے اور کسی شغل میں نہ لگائے۔ شیخ اپنی خود نوشت سوانح عمری میں لکھتا ہے :-

" اس نے میری علمیت پر بہت زیادہ تعجب کیا اور میرے والد کو اس بات سے منع کیا کہ وہ سوائے

---

[۱] طبقات الاطباء لابن ابی اصیبعہ جلد دوم صفحہ ۳
[۲] اگرچہ اس کا شاگرد (شیخ بوعلی سینا) اس سے مطمئن نہ ہو سکا۔
[۳] تتمہ صوان الحکمۃ صفحہ ۲۲
[۴] " " صفحہ ۲۲

علم کے مجھے اور کسی مشغلہ میں نہ لگائیں"۔ ۵ے

ایساغوجی ختم ہوئی اور شیخ نے اندازہ لگا لیا کہ استاد کی معلومات ظواہر فن تک محدود ہیں۔ دقائق فن کی اسے ہوا بھی نہیں لگی، کیونکہ استاد جس مسئلہ پر تقریر کرتا تھا، شیخ اس سے بہتر طور پر اس کا تصور کر لیتا تھا۶ے لہٰذا مطولات منطق کو شیخ نے شروح کی مدد سے حل کیا اور اس طرح اس فن میں احکام و اتقان بہم پہنچایا۔ منطق کے بعد ریاضی کی نوبت آئی: پہلے اصول اقلیدس کو پڑھا۔ مگر پانچ چھ شکلوں کے بعد اس کا درس ختم کر دیا اور خود مطالعہ کرنا شروع کیا۔ اس کے بعد "معطیات" (Data) اور "مخروطات" (Conis) کی نوبت آئی۔ مگر الناتلی نے کہہ دیا کہ انھیں خود حل کر۔ جو سمجھ میں نہ آئے مجھ سے پوچھ لو۔ شیخ کا خیال ہے کہ اس طرح الناتلی خود مجھ سے استفادہ کرنا چاہتا تھا۷ے آخر میں "المجسطی" کی باری آئی۔ مگر الناتلی نے مقالہ اُولیٰ میں سے صرف مقدمات اور کچھ اشکال ہندسیہ پڑھائیں۔ باقی کتاب خود شیخ نے حل کی۔ شیخ کہتا ہے کہ الناتلی کو "المجسطی" میں کوئی درک نہیں تھا اور وہ بہت سی شکلیں جانتا بھی نہیں تھا۔ تا آنکہ میں نے انہیں سمجھایا۔

لیکن طبیعیات و الٰہیات کی نوبت آنے سے پہلے ہی جماعتی مصالح کے پیش نظر الناتلی بخارا چھوڑ کر جرجانیہ (خوارزم) چلا گیا۔ غرض الناتلی سے شیخ نے صرف منطق اور ریاضیات ہی پڑھے۔ لیکن یہ تعلیم بھی منطق میں ظواہر فن تک اور ریاضیات میں مبادی تک محدود تھی۔ بہرحال اس تعلیم کی دو نوعیتیں تھیں۔

الف: ظاہری طور پر الناتلی اسے مروجہ رسوم کے مطابق منطق و ریاضی کی تعلیم دیتا تھا۔

(ب) خصوصی استاد ہونے کی حیثیت سے نیز اس کے باپ کا ہم مذہب ہونے کے رشتہ سے وہ اس رسمی تعلیم کے دوران میں اسماعیلی معتقدات کی بھی تلقین کرتا ہوگا۔

۴۔ مشائی فلسفہ کی شروح

الناتلی کے جانے کے بعد شیخ نے کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ نہیں کیا، بلکہ خود ذاتی مطالعہ کے

۵ے اخبار العلماء باخبار الحکماء لابن القفطی صفحہ ۲۶۹

۶ے طبقات الاطباء لابن ابی اصیبعہ جلد ثانی صفحہ ۳

۷ے سرگزشت ابن سینا مرتبہ سعید نفیسی صفحہ ۲

ذریعے علوم حکمیہ کی تکمیل کی۔ اس "خود آموزی" کے دور کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:۔

الف۔ رسمی تقلیدی تعلیم:۔ الناتلی کے جانے کے بعد شیخ نے محض شروح و فصوص کی مدد سے طبیعیات و الہیات کا مطالعہ شروع کیا اور اس ذاتی کاوش کے نتیجے میں علوم حکمیہ کے اسرار و دقائق اس پر منکشف ہونا شروع ہوئے۔ چنانچہ خود کہتا ہے:۔

"اس کے بعد ابو عبداللہ الناتلی مجھے چھوڑ کر کاتخ (جرجانیہ خوارزم جو مامونیوں کا دارالحکومت تھا) کے لئے روانہ ہو گیا۔ اس کے جانے پر میں نے فلسفہ طبیعیات و الہیات کی کتابوں کو شروح و فصوص کی مدد سے پڑھنا شروع کیا اور حقائق علمیہ کے دروازے میرے اوپر کھلنے لگے۔" [۴۸]

اس کے ساتھ طب کی طرف بھی توجہ کی اور صرف کتابوں کی مدد سے قلیل ترین مدت میں یہ مرتبہ حاصل کر لیا کہ اس کی نوعمری کے باوجود فضلائے طب اس سے استفادہ کرنے آتے تھے۔

غرض شیخ کی عمر سولہ سال کی تھی کہ وہ تمام علوم رسمیہ کی تکمیل سے فارغ ہو گیا۔

ب۔ تحقیقی مطالعہ اور اجتہاد:۔ اس دور میں جو سولہ سال کی عمر سے ساڑھے سترہ سال کی عمر تک رہا، شیخ نے جو کچھ اب تک تقلیدی طور پر حاصل کیا تھا، اس پر مجتہدانہ نظر ڈالی، جس کی تفصیل وہ خود بتاتا ہے:۔

"اس وقت میری عمر سولہ سال تھی۔ پھر میں نے کتابوں کے پڑھنے اور سمجھنے میں ڈیڑھ سال تک شدید انہماک سے کام لیا اور میں نے منطق اور فلسفہ کے تمام فنون کی کتابوں کو پھر سے پڑھا۔ اس دوران میں نہ تو میں کسی شب رات بھر سویا اور نہ دن میں مطالعہ کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول ہوا۔ اور میرے پاس کاغذ کے تختے رکھے رہتے تھے۔ بس جس دلیل کو بھی دیکھتا تھا، اس کے اندر جو قیاسی مقدمات ہوتے، انھیں اور ان کی ترتیب کو ثابت کرتا۔ نیز یہ دیکھتا کہ ان میں سے کن کن سے نتیجہ بر آمد ہو سکتا ہے۔ اور میں اس کے مقدمات کی شرائط کو ملحوظ رکھتا۔ یہاں تک کہ وہ مسئلہ میرے لئے حل ہو جاتا۔" [۴۹]

لیکن ایسا بھی ہوتا تھا کہ اس فکری کاوش میں قیاس منطقی کے مقدمتین کے مابین حد اوسط ہاتھ نہ آتی اور شیخ مسئلہ کے حل سے عاجز ہو جاتا۔ اس وقت وہ اسے مبدء فیاض کی ہدایت و رہنمائی پر چھوڑ

---

[۴۸] طبقات الاطباء جلد ثانی صفحہ ۳

[۴۹] سرگزشت ابن سینا صفحہ ۳

دیتا اور سیدھا جامع مسجد میں جاکر نماز پڑھتا۔ پھر بارگاہِ ایزدی میں گڑگڑا کر مسئلہ کے حل کے انکشاف کی دعا کرتا، یہاں تک کہ وہ مغلق مقام اس پر منکشف ہوجاتا، جیساکہ اپنی خودنوشت سوانح عمری میں لکھتا ہے:۔

"والذی کنت اتحیر فیه من المسائل ولا اظفر فیه بالحد الاوسط فی القیاس اتردد بسبب ذلك الی الجامع واُصلی وابتهل الی مبدع الکل حتی ینفتح لی المغلق منه ولیسهل المتعسر" [80]

(اور جن مسائل کے حل کے باب میں میں حیران ہوتا اور ان کے قیاس منطقی کی ترتیب کے لئے حد اوسط تک میری رسائی نہ ہوسکتی تو پھر اس کے واسطے میں جامع مسجد میں جاکر نماز پڑھتا اور باری تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگتا، یہاں تک کہ میرے واسطے وہ مغلق مقام صاف ہوجاتا اور مشکل آسان ہوجاتی۔)

اس زمانہ میں اس کے انہماک کی کیفیت یہ تھی کہ اکثر سوتے میں بھی اس کا دماغ انھیں معضلات وغوامض کی عقدہ کشائی میں مشغول رہتا، چنانچہ بہت سے مشکل مسائل خواب ہی میں حل ہوئے جیساکہ وہ لکھتا ہے:۔

"واتضح لی کثیر من المسائل فی النوم" [81]

(اور میرے لئے بہت سے مسائل نیند ہی کی حالت میں واضح ہوئے۔)

غرض اس نے محض شروح و فصوص کی مدد سے ہی منطق وطبیعیات اور ریاضیات پر اتنا عبور حاصل کرلیا کہ بعد میں مزید اضافہ و اصلاح کی ضرورت لاحق نہیں ہوئی۔ [82]

افسوس تاریخ نے ان افاضل حکماء وفلاسفہ اور ان کی مصنفات کے نام محفوظ نہیں رکھے جن کی شروح وفصوص سے شیخ نے اس مطالعہ کے دوران میں فائدہ اٹھایا تھا۔ صرف ایک فاضل کا نام باقی رکھا ہے۔

---

[80] سرگزشت ابن سینا صفحہ ۳ [81] سرگزشت ابن سینا صفحہ ۳

[82] سرگزشت ابن سینا صفحہ ۳۔ "ولم ازل کذلك حتی استحکم معی جمیع العلوم ووقفت علیها بحسب الامکان الانسانی۔ وکل ما علمته فی ذلك الوقت کما علمته الآن لم ازدد فیه شیئاً الی الیوم حتی احکمت العلم المنطقی والطبیعی ثم الریاضی۔" (اور میں اسی طرح سے کرتا رہا یہاں تک کہ تمام علوم میرے ذہن میں مستحکم ہوگئے اور جہاں تک انسانی طاقت کام دے سکتی ہے میں ان سے واقف ہوگیا۔ اور جو کچھ میں نے اس وقت سیکھا ایسا ہی ہے جیساکہ ابھی سیکھا ہے، اس میں آج کے دن تک کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ میں نے منطق اور طبیعیات اور پھر ریاضیات کے علوم کو مستحکم کرلیا۔)

یہ ابو نصر فارابی ہے، جس کی تصانیف سے شیخ نے ایک تلمیذ مستفید کی طرح استفادہ کیا تھا۔ چنانچہ ابوالحسن البیہقی نے فارابی کے تذکرے میں لکھا ہے:۔

وکان بین وفاۃ ابی نصر و ولادۃ ابی علی ثلثون سنۃ وکان ابو علی تلمیذاً لتصانیفہ" ۸۳ے

(ابو نصر فارابی کی وفات اور شیخ بو علی سینا کی پیدائش کے درمیان تیس سال کی مدت تھی اور شیخ بو علی سینا فارابی کی تصانیف کا شاگرد تھا)

لیکن فارابی کی ان مصنفات کے نام بھی تاریخ نے محفوظ نہیں رکھے جن سے شیخ نے استفادہ کیا تھا، صرف ایک کتاب" اغراض کتاب مالبعد الطبیعہ" کا نام محفوظ رہ گیا ہے جس کی مدد سے شیخ نے ارسطو کی" مابعد الطبیعیات" (Metaphysics) کو حل کیا تھا، چنانچہ بیہقی نے لکھا ہے:۔

" وقال ابو علی ایست من معرفۃ غرض مابعد الطبیعۃ حتیٰ ظفرت بکتاب لابی نصر فی هذا المعنی فشکرت اللہ تعالیٰ علی ذلک وصمت و تصدقت ما کان عندی" ۸۴ے

(شیخ بو علی سینا نے لکھا ہے کہ میں ارسطو کی کتاب مابعد الطبیعیات کے اغراض و مقاصد کے سمجھنے سے مایوس ہو گیا تھا۔ تاآنکہ مجھے اس موضوع پر ابو نصر فارابی کی ایک کتاب مل گئی۔ پس میں نے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، روزہ رکھا اور جو کچھ میرے پاس تھا، صدقہ کیا)

قصہ یہ ہے کہ ارسطو کی کتاب" مابعد الطبیعیات" (Metaphysics) کے اغلاق کا سب سے بڑا سبب اس کا خلط مبحث ہے۔ ارسطو نے مختلف مفکرین قدیم کے نظریات میں اپنے مذہب مختار کو خلط ملط کر دیا ہے، جس کی وجہ سے قارئین کو اس کے فہم مقصود میں بڑی مشکل ہوتی ہے۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ خواہ اس اغلاق کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے فارابی کے زمانہ تک فلاسفۂ اسلام میں سے کسی نے باستثنائے ثابت بن قرہ اس کتاب (مابعد الطبیعیات ارسطاطالیس) کی شروح و فصوص نہیں لکھی تھیں اور غالباً شیخ کو ثابت بن قرہ کی یہ شرح بھی دیکھنے کو نہیں ملی تھی۔ اسی وجہ سے وہ اس فن میں درک حاصل کرنے سے مایوس ہو گیا تھا، تاآنکہ اتفاقاً اسے فارابی کی یہ توضیحی تمہید مل گئی اور اس سے کتاب پانی ہو گئی۔ چنانچہ خود اپنی

۸۳ے تتمہ صوان الحکمۃ صفحہ ۱۶۔ فارابی نے ۳۳۹ھ میں وفات پائی اور شیخ حسب تصریح بیہقی ۳۷۰ھ میں پیدا ہوا۔

۸۴ے تتمہ صوان الحکمۃ صفحہ ۱۶۔ ۱۷

خود نوشت سوانح عمری میں اس کی تفصیل بیان کرتا ہے :-

"وانتهيت الى العلم الالهى وقرأت كتاب مابعد الطبيعة فلم افهم ما فيه والتبس على غرض واضعه حتى اعدت قرأته اربعين مرة وصار لى محفوظا وانا مع ذلك لا افهمه ولا المقصود به اليست من نفسي وقلت هذا كتاب لا سبيل الى فهمه. فحضرت يوماً وقت العصر فى الوراقين فتقدم دلال بيده مجلد ينادى عليه. فعرضه علىّ. فرددته رد متبرّم معتقد ان لا فائدة فى هذا العلم. فقال اشتره فصاحبه محتاج الى ثمنه وهو رخيص ابيعكه بثلاثة دراهم. فاشتريته. فاذا هو كتاب ابي نصر الفارابي فى اغراض كتاب مابعد الطبيعة. فرجعت الى دارى واسرعت قرأته. فانفتح على فى الوقت اغراض ذلك الكتاب، لانه كان قد صار لى محفوظاً على ظهر القلب. ففرحت بذلك وتصدقت فى اليوم الثانى بشئ كثير على الفقراء شكراً لله تعالىٰ" [۸۵]

(پھر میں الٰہیات کی طرف متوجہ ہوا اور میں نے (ارسطو کی) کتاب مابعد الطبیعیات کو پڑھا۔ مگر میں اس کے مضامین کو نہ سمجھ سکا اور اس کے مصنف کی غرض مجھ پر غیر واضح رہی۔ یہاں تک کہ میں نے اسے چالیس مرتبہ پڑھا اور وہ مجھے حفظ ہو گئی۔ بایں ہمہ میں اسے سمجھ نہ سکا، نہ اس کے اغراض و مقاصد سے واقف ہو سکا اور میرا جی اس سے مایوس ہو گیا۔ اور میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ یہ ایسی کتاب ہے جس کے سمجھنے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ پھر میں ایک دن عصر کے وقت کتب فروشوں کے بازار میں جا نکلا۔ وہاں ایک دلال آگے بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی، جس پر آواز لگا رہا تھا۔ اس نے اسے میرے سامنے بھی پیش کیا مگر میں نے اسے بڑی سختی سے لوٹا دیا یہ یقین کرتے ہوئے کہ اس علم میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ مگر اس نے کہا: اسے خرید لیجئے کیونکہ اس کے مالک کو اس کی قیمت کی ضرورت ہے اور یہ بہت سستی بھی ہے۔ میں اسے آپ کو تین درہم میں دے دوں گا۔ پس میں نے اسے خرید لیا۔ اب جو دیکھتا ہوں تو وہ کتاب مابعد الطبیعہ کے اغراض و مقاصد پر ابو نصر فارابی کی کتاب ہے۔ پس میں اپنے گھر لوٹا اور جلد جلد اسے پڑھا۔ پس فوراً ہی میرے ذہن پر اس کتاب کے اغراض و مقاصد واضح ہو گئے کیونکہ کتاب تو مجھے حفظ تھی ہی۔ اس سے مجھے بہت زیادہ فرحت و خوشی ہوئی اور اگلے دن اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر میں نے بہت کچھ فقیروں پر صدقہ کیا۔)

---

[۸۵] سرگزشت ابن سینا صفحہ ۳ - ۴

علوم فلسفیہ کے اندر کمال حاصل کرنے کے بعد شیخ نے فن طبّ کی طرف توجہ کی۔ چونکہ طبیعت بے انتہا اخاذ و دراک واقع ہوئی تھی۔ اس پر منطق و فلسفہ کی ممارست نے مختلف علوم و فنون کے مسائل سمجھنے کی غیر معمولی صلاحیت پیدا کر دی تھی۔ یوں بھی طبّ کے کلیات اور اس کے مبادی مختلف فنون طبیعیات پر موقوف ہیں، جن کے اندر شیخ ید طولیٰ حاصل کر چکا تھا۔ اس لئے اسے اس فن میں دستگاہ عالی حاصل کرنے میں کوئی دقّت محسوس نہیں ہوئی اور اپنے پیشرو اطباء کی تصانیف کی مدد سے اس نے اس فن میں بہت جلد غیر معمولی کمال حاصل کر لیا، جیسا کہ خود لکھتا ہے:۔

"ثم رغبت فی علم الطب وقرأت الکتب المصنفة فیه۔ وعلم الطب لیس هو من العلوم الصعبة فلذلك برزت فیه فی اقل مدة۔" [۸۶]

(پھر میں علم طبّ کی طرف راغب ہوا اور اس فن میں جو کتابیں تصنیف ہوئی تھیں، انھیں پڑھا۔ یوں بھی علم طبّ مشکل علوم میں سے نہیں ہے (یا مجھے مشکل معلوم نہیں ہوا) لہٰذا میں نے بہت تھوڑے عرصہ میں اس کے اندر کمال حاصل کر لیا)

یہی نہیں، بلکہ اس نے اس فن میں یہ کمال بہم پہنچا یا کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے فاضل اطباء بھی اس کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے لگے چنانچہ آگے چل کر لکھتا ہے:۔

"حتیٰ بدء فضلاء الاطباء یقرؤن علیّ علم الطب" [۸۷]

اور یہی کمال آگے چل کر شاہی دربار میں اس کے تقرب و باریابی کا سبب بنا۔ لیکن جہاں تک شاہی دربار میں اس تقرب و باریابی سے شیخ کی قدر و منزلت میں اضافہ کا تعلق ہے، یہ چیز ہمارے نقطۂ نظر سے قطعاً غیر اہم اور ناقابل اعتناء ہے۔ خود شیخ کی عظیم شخصیت ان عارضی تشریفات سے بے نیاز تھی۔ ہاں اس باریابی نے اس کی رسائی شاہی کتب خانہ تک کرا دی اور اس نے اس کی غیر معمولی عبقریت کی تکمیل کر دی۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

بہر حال مشائی فلسفہ کی شروح و فصوص کے مطالعہ نے شیخ بو علی سینا کی عبقریت کی تشکیل میں نمایاں حصّہ لیا ہے۔

۵۔ بخارا کا سامانی کتب خانہ

آخری عامل جس نے شیخ کی عبقریت کی تکمیل کی، سامانی حکمرانوں کا سرکاری کتب خانہ تھا۔ یہ اپنی

---

[۸۶] سرگزشت ابن سینا صـ۲ [۸۷] سرگزشت ابن سینا صـ۲

نوعیت کی ایک ہی لائبریری تھی اور اس میں علم و حکمت کے عجیب و غریب نوادر جمع تھے جیسا کہ خود شیخ نے لکھا ہے:۔

وادخلت الی دار ذات بیوت کثیرۃ فی کل بیت صنادیق کتب منضدۃ بعضها علی بعض ففی بیت منها کتب العربیۃ والشعر وفی آخر الفقہ وکذلک فی کل بیت کتب علم مفرد۔ فطالعت فہرست کتب الاوائل وطلبت ما احتجت الیہ ورأیت من الکتب مالم یقع اسمہ الی کثیر من الناس ولم اکن رأیتہ قبل ذلک ولا رأیتہ ایضاً من بعد۔" [88]

(مجھے ایک عمارت میں داخل کیا گیا، جس میں متعدد کمرے تھے۔ ہر کمرے میں کتابوں کے صندوق ایک دوسرے پر دھرے ہوئے تھے۔ پس ان میں سے ایک کمرے میں عربی زبان اور اشعار کی کتابیں تھیں۔ اور دوسرے میں فقہ کی اور اسی طرح ہر کمرے میں ایک علم کی کتابیں تھیں۔ پس میں نے علوم الاوائل (قدیم علم و حکمت) کی کتابوں کی فہرست کا مطالعہ کیا۔ اور جن کتابوں کی مجھے حاجت تھی انھیں طلب کیا۔ اور میں نے بہت سی ایسی کتابیں دیکھیں جن کا بہت سے لوگوں تک نام بھی نہیں پہنچا اور جنہیں نہ میں نے اس سے پہلے دیکھا اور نہ بعد ہی میں دیکھا)

اس عظیم الشان کتب خانہ تک رسائی بھی کوئی معمولی بات نہ تھی۔ بادشاہِ وقت ہی کی اجازت سے داخلہ ہو سکتا تھا اور یہ اجازت شیخ نے اس کے علاج کے بعد حاصل کی تھی، جس کی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے۔

اوپر علمِ طب میں شیخ کے کمال حاصل کرنے کا ذکر ہو چکا ہے، یہاں تک کہ مشاہیر اطباءِ عہد بھی اس کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنا فخر سمجھتے تھے۔ پھر نظری معلومات کے ساتھ شیخ نے عملی علاج معالجہ کے ذریعہ فنی حذاقت بھی حاصل کر لی تھی، چنانچہ خود لکھتا ہے:۔

"وتعہدت المرضیٰ فانفتح علی من باب المعالجۃ المقتبسۃ من التجربۃ ما لا یوصف" [89]

(اور میں نے مریضوں کی تیمارداری کی۔ اس کے نتیجے میں علاج معالجہ کے بہت سے ایسے تجربات میرے اوپر واضح ہو گئے جن کا بیان نہیں کیا جا سکتا۔)

یہاں تک کہ اس کی حذاقت کی شہرت شاہی دربار تک پہنچ گئی۔

اس زمانہ میں بخارا کے تخت پر امیر نوح بن منصور متمکن تھا۔ اتفاق سے وہ ایک مرض صعب میں

---

[88] سرگزشت ابن سینا صفحہ ۴ [89] سرگزشت ابن سینا صـ۲

گرفتار ہو گیا جس کے علاج سے اطبائے دربار عاجز تھے۔ اس وقت تک شیخ طبیب کی حیثیت سے غیر معمولی شہرت حاصل کر چکا تھا۔ اطبائے دربار نے امیر کو شیخ سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا۔ اس طرح اسے دربار میں باریابی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد دیگر اطباء کے ساتھ مل کر وہ امیر کے معالجہ میں مصروف ہوا۔ امیر بھی اس کے علم اور حذاقت سے بے حد متاثر ہوا اور اسے تقرب شاہی کے ساتھ نوازا۔

لیکن شیخ نے دنیوی اعزاز و اکرام کے بجائے امیر سے شاہی کتب خانہ میں داخلہ کی اور اس سے استفادہ کی اجازت مانگی جو اس کی خدمات جلیلہ کے صلہ میں جلد ہی عنایت ہو گئی۔ چنانچہ وہ اپنی خود نوشت سوانح عمری میں لکھتا ہے :۔ " واتفق سلطان الوقت بنجارا و ھو نوح بن منصور، مرض تحیر فیہ الاطباء وقد کان اشتہر اسمی بینھم بالتوفر علی العلم والقرآۃ۔ فاجروا ذکری بین یدیہ وسألوہ احضاری فحضرت وشارکتھم فی مداواتہ وتوسمت بخدمتہ وسألتہ یوماً الاذن فی الدخول الی دار کتبھم و مطالعتھا وقرأۃ ما فیھا فاذن لی۔" [۹۰]

(اتفاق سے اس وقت کا والی بخارا جس کا نام نوح بن منصور تھا ایک ایسے مرض میں مبتلا ہو گیا جس کے علاج سے اطباء حیران تھے۔ اس زمانہ میں میرا نام ان کے درمیان کثرت مطالعہ و کمال علمی کی بنا پر مشہور ہو چکا تھا۔ لہذا انھوں نے بادشاہ کے سامنے بھی میرا ذکر کیا اور اسے میرے بلانے کا مشورہ دیا۔ اس طرح میں بادشاہ کے یہاں پہنچا اور ان سب کے ساتھ اُس کے علاج میں شریک ہوا۔ اس طرح مجھے اس کی خدمت میں تقرب حاصل ہوا۔ ایک دن میں نے اس سے شاہی کتب خانہ میں داخلہ کی اور اس سے استفادہ کرنے اور وہاں کی کتابیں پڑھنے کی اجازت مانگی۔ پس امیر نے مجھے اس کی اجازت دے دی)

شیخ نے اس موقعہ کو نعمت غیر مترقبہ جانا اور اس سے فائدہ اٹھانے میں کوئی کوتاہی روا نہ رکھی۔ چنانچہ خود آگے چل کر لکھتا ہے :۔

فقرأت تلک الکتب وظفرت بفوائدھا وعرفت مرتبۃ کل رجل فی علمہ۔" [۹۱]

(پس میں نے ان کتابوں کو پڑھا اور ان کے فوائد سے بہرہ ور ہوا اور ہر مفکر کے مرتبہ علمی سے واقفیت حاصل کی)

اس کتب خانہ میں یوں تو جملہ علوم و فنون کے نوادر جمع تھے مگر شیخ نے خصوصیت سے "علم الاوائل" (قدیم فلسفہ و حکمت) ہی کی کتابوں کی خوشہ چینی کی جیسا کہ بیہقی نے لکھا ہے :۔

---

۹۰ سرگزشت ابن سینا ص ۴ ۔ ۹۱ سرگزشت ابن سینا ص ۴

۱۶۵۸۷

"فطالع من جملها فہرست کتب الاوائل وطلب ما احتاج الیہا۔" ۹۲؎

(پس شیخ نے ان میں سے علوم الاوائل کی کتابوں کی فہرست کا مطالعہ کیا اور جن کتابوں کی اسے ضرورت تھی، انھیں طلب کیا۔)

یہی نہیں بلکہ اس کے حریفوں کا تو یہ خیال تھا کہ بہت سے ایسے نظریات جو شیخ کے ابتکارِ فکر کا نتیجہ سمجھے جاتے ہیں، انھیں علوم الاوائل کی کتابوں سے ماخوذ تھے، کیونکہ جس زمانہ میں شیخ اس کتب خانہ سے استفادہ کر رہا تھا، اس میں آگ لگ گئی اور ساری کتابیں جل کر خاک سیاہ ہو گئیں۔ اس پر شیخ کے بعض حریفوں نے کہا کہ شیخ نے خود اس کتب خانہ میں آگ لگائی ہے تاکہ وہ ان نظریات کو بلا خوف تردید اپنی جانب منسوب کر سکے۔ چنانچہ بیہقی لکھتا ہے:۔

فاتفق احتراق تلک الدار واحترقت الکتب باسرها۔ وقال بعض خصماء ابی علی انه احرق تلک الکتب لیختص تلک العلوم والنفائس الی نفسه ولیقطع انساب تلک الفوائد عن اربابها۔ والله اعلم ۹۳؎

(پس اتفاق سے اس عمارت میں آگ لگ گئی اور ساری کتابیں جل گئیں۔ اور شیخ بوعلی کے بعض دشمنوں نے کہا کہ اسی نے ان کتابوں کو جلایا ہے تاکہ ان علوم و نفائس کو اپنی طرف منسوب کر سکے اور ان نکات و فوائد کی نسبت اصل مفکرین سے منقطع کر سکے۔ واللہ اعلم)

بیہقی کی اس عبارت نے معاملہ کو گومگو میں ڈال دیا ہے۔ "فاتفق احتراق تلک الدار" سے معلوم ہوتا ہے کہ آگ کسی شخص نے قصداً نہیں لگائی، بلکہ صرف ایک اتفاقی حادثہ کے طور پر ایسا ہوا تھا۔ اگر ایسا تھا تو شیخ پر کوئی الزام نہیں آتا۔ مگر بیہقی نے شیخ کے دشمنوں کا قول نقل کر کے اسے بغیر تبصرہ کے رہنے دیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ "واللہ اعلم" کہہ کر قیاس آرائی کے لئے کافی گنجائش چھوڑ دی ہے۔

بہرکیف صورت حال جو بھی رہی ہو، خواہ آگ اتفاقیہ لگی ہو یا شیخ نے قصداً لگائی ہو تاکہ بہت سے علوم و نفائس کو جو مفکرین قدیم کی جگر کاویوں کا نتیجہ تھے اپنی طرف منسوب کر سکے اور اپنے دعاوی کی تردید کے لئے کوئی تحریری ثبوت باقی نہ رہنے دے، مگر اتنا یقینی ہے کہ شیخ نے اس کتب خانہ سے بہت زیادہ استفادہ کیا تھا جیسا کہ خود اسے اعتراف ہے۔

۹۲؎ تتمہ صوان الحکمۃ للبیہقی صد ۴۳ ۹۳؎ تتمہ صوان الحکمۃ للبیہقی صد ۴۳

"فقرأت تلك الكتب وظفرت بفوائدها" [۹۴]

اور خواہ شیخ نے ان مفکرین قدیم کے افکار و نظریات کا سرقہ کیا ہو یا ان پر اصلاح و اضافہ کیا ہو، اتنا یقینی ہے کہ ان "علوم و نفائس" نے شیخ کی عبقریت کی تکمیل کر دی، جس کا اس کے ناقدین کو بھی اعتراف ہے۔ اور غالباً انھیں "علوم و نفائس" پر اصلاح و اضافہ کی کوشش کی بدولت وہ معلم اوّل (ارسطاطالیس) سے بھی آگے بڑھ گیا جیسا کہ حافظ ابن تیمیہؒ نے "الرد علی المنطقیین" میں لکھا ہے:-

"وابن سینا لما عرف شیئاً من دین المسلمین ـــ وکان قد تلقی ما تلقاہ عن الملاحدۃ و عمن هو خیر منهم من المعتزلۃ والرافضۃ ـــ اراد ان یجمع بین ما عرفه بحقیقته من هؤلاء وبین ما اخذہ من سلفه۔ فتکلم فی الفلسفۃ بکلام مرکب من کلام سلفه ومما احدثه مثل کلامه فی النبوات واسرار الآیات والمقامات، بل وکلامه فی بعض الطبیعیات والمنطقیات وکلامه فی واجب الوجود ونحو ذلك۔ والا فارسطو واتباعه لیس فی کلامهم ذکر واجب الوجود ولا شیئ من الاحکام التی لواجب الوجود۔ وانما یذکرون العلۃ الاولی" [۹۵]

(اور چونکہ ابن سینا نے مسلمانوں کے مذہب سے بہت کچھ سیکھا تھا ـــ اور جو کچھ اس نے حاصل کیا ملاحدہ سے اور ان لوگوں سے جو اُن سے بہتر ہیں، جیسے معتزلہ اور رافضہ، حاصل کیا تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ جو کچھ اس نے اپنی عقل کی مدد سے ان ملاحدہ وغیرہ سے سیکھا ہے اور جو کچھ اس نے اپنے پیش رووں (یونانی فلاسفہ) سے اخذ کیا تھا، دونوں کو آپس میں تطبیق دے۔ پس اس نے فلسفہ کے اندر ایسے مسائل میں کلام کیا جو اس کے پیش رووں کے کلام سے نیز اس کلام سے جسے اس نے اختراع کیا تھا، مرکب ہے: جیسے نبوات اور اسرار آیات و مقامات و عارفین و مرتاضین کے ریاضت و مجاہدہ اور ان کے کشف و کرامات (وغیرہ) میں کلام۔ یہی نہیں بلکہ طبیعیات اور منطقیات میں بھی اس نے نئے مسائل کا اختراع کیا۔ نیز واجب الوجود اور اس جیسے دیگر مسائل میں بھی نئے انداز سے کلام کیا۔ ورنہ ارسطو اور اس کے متبعین کے یہاں نہ تو واجب الوجود کا ذکر ہے اور نہ ان احکام کا جو واجب الوجود کے لئے ثابت کئے جاتے ہیں۔ فلاسفہ متقدمین تو صرف

---

[۹۴] "پس میں نے ان کتابوں کو پڑھا اور ان کے نکات و فوائد سے فائدہ اٹھایا۔"

[۹۵] الرد علی المنطقیین صہ ۱۴۳ - ۱۴۴

علت اولیٰ ہی کا ذکر کرتے ہیں۔)

لیکن یہ سب کچھ شیخ کے ذاتی ابتکار فکر کا نتیجہ تھا یا اپنے پیشروؤں کی خوشہ چینی کا؟ اس سلسلے میں غالباً دوسری شق ہی زیادہ صحیح ہے اور اس کی تائید حافظ ابن تیمیہ کے دوسرے قول سے بھی ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں :۔ "وابن سینا تکلم فی اشیاء من الالٰہیات والنبوات والمعاد والشرائع لم یتکلم فیہا سلفہ ولا وصلت الیہا عقولہم ولا بلغتہا علومہم فانہ استفادہا من المسلمین وان کان انما اخذ عن الملاحدۃ المنتسبین الی المسلمین کالاسماعیلیۃ۔"[۹۶]

(اور ابن سینا نے الٰہیات و نبوات اور معاد و شرائع کے بارے میں کچھ باتیں لکھی ہیں، جن کے اندر اس کے پیش رووں (یونانی فلاسفہ) نے کوئی کلام نہیں کیا تھا اور نہ ان تک اُن کی عقل کی رسائی ہوئی تھی اور نہ ان کا علم وہاں تک پہنچا تھا۔ ابن سینا نے ان نئے مسائل کو مسلمانوں سے اخذ کیا تھا، اگرچہ اس نے یہ تعلیمات ان ملاحدہ سے حاصل کی تھیں جو اسلام کی طرف منسوب ہیں جیسے کہ فرقہ اسماعیلیہ۔)

ان غیر راسخ العقیدہ مسلمان مفکرین نے اپنے بہت سے مخصوص اقوال غالباً اموی عہد کے ایرانی الاصل طبقہ کُتّاب سے اخذ کیے تھے اور انھوں نے فرضی یونانی حکماء کی مترجمہ پہلوی کتابوں سے، جیسا کہ صدرائے شیرازی نے "الاسفار الاربعہ" میں شہاب الدین مقتول سے نقل کیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان قدیم فرضی یونانی حکماء کی مترجمہ پہلوی کتابوں کی اصل یا عربی تراجم بخارا کے سامانی کتب خانہ میں ہوں اور شیخ نے ان سے براہ راست استفادہ کیا ہو۔

پھر شیخ کے بہت سے اقوال جو اس کے ابتکار فکر کا نتیجہ سمجھے جاتے ہیں اور جن کے اندر وہ مفکرین اسلام کے درمیان منفرد ہے "اہل مشرق" سے ماخوذ ہیں۔ مثلاً وہ اجرام سماویہ کی الوہیت کا قائل تھا، جو "اہل مشرق" کا انفرادی اور مخصوص مسلک سمجھا جاتا ہے، چنانچہ ابن رشد نے "تہافت التہافت" میں لکھا ہے :۔

"ارسطو نے مبدءِ اوّل کو بطریق حرکت ثابت کیا تھا۔ لیکن شیخ نے اور اس کی تقلید میں اس کے متبعین

---

[۹۶] الرد علی المنطقیین ص ۱۴۱

نے اس استدلال کی تضعیف کی اور اس کے مقابلے میں دوسرا انداز استدلال پیش کیا، جس کے متعلق اس کا دعویٰ تھا کہ وہ قدماء فلاسفہ کے مقابلے میں بہتر ہے۔ قدماء نے حرکت و زمان کے ذریعہ اس کا ثبوت دیا تھا۔۔۔

۔۔۔ لیکن اہل مشرق اجرام سماویہ کی الوہیت کے قائل تھے اور یہی شیخ کا مذہب تھا۔"

ظاہر ہے حکماءِ مشرق (اہل مشرق) سے شیخ کو براہ راست شفاہاً استفادہ کا موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ اُن کے ان منفرد اور مخصوص افادات سے وہ اس کتب خانہ ہی کے ذریعہ واقف ہوا۔

اسی طرح شیخ نے اپنی طبیعیاتی تفکیر کی بنیاد "جزءِ الذی لا یتجزیٰ" کے ابطال پر رکھی ہے! اس کے بعد اسی "ابطال جزء الذی لا یتجزیٰ" کی مدد سے اس نے "ہیولیٰ صورت" کی ارسطاطالیسی ثنویت، ان کے باہمی تلازم اور آخر میں "اثبات وقدم ہیولیٰ" کی تائید کی ہے۔ یہ انداز فکر ارسطو کے یہاں نہیں ملتا، نہ اس کے یونانی و سریانی شرّاح کے یہاں اور نہ اس کے (شیخ کے) پیشرو حکماء اسلام فارابی وغیرہ کے یہاں۔ اس لئے بظاہر یہ شیخ کی عبقریت کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے:۔ "جزء لا یتجزیٰ" کا یہ تصوّر اور اُس کے اثبات کا یہ انداز استدلال قدیم ہندو فلسفہ میں اسی شکل کے اندر ملتا ہے۔ اس ہندو فلسفہ کے متعلق کسی طرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اسلامی فکر سے متاثر ہوا یا ہندو فلاسفہ کے یہ اقوال شیخ یا شیخ کے متبعین سے ماخوذ ہیں کیونکہ یہ انداز استدلال اسلام سے پہلے کے بدھ اور جین فلسفیوں کے یہاں پایا جاتا ہے[97] اور دونوں میں (ہندو انداز فکر اور ابن سینائی انداز استدلال میں) غیر معمولی مماثلت ہے۔ یہ بات تو کسی طرح قرین قیاس نہیں ہو سکتی کہ شیخ نے ان ہندو فلسفیوں کے شاگردوں سے یا ان کے متبعین سے استفادہ کیا ہو، یا ان کی اصل مصنفات کا مطالعہ کیا ہو۔ ہاں اس غیر معمولی مماثلت کے پیش نظر اس بات کے باور کرنے کے کافی وجوہ ہیں کہ قدیم ہندو فلسفہ کی ان کتابوں کے یا تو عربی تراجم موجود تھے۔ یا پھر بعثت اسلام سے قبل (ساسانی عہد) کے ایرانی مفکرین ان سے متاثر ہوئے تھے! اور اس انداز فکر کے اثرات بعد کے مفکرین نے ورثہ میں پائے تھے، مگر یونانی فلسفہ اور ارسطاطالیسی۔ نو افلاطونی انداز تفکیر کی مقبولیت کے پیش نظر ان ہندو فلسفہ کے اثرات کو قبول عام نصیب نہیں ہو سکا۔ پھر بھی کچھ نہ کچھ مفکرین ان سے استفادہ ہوتے رہے اور ان موخر الذکر مفکرین

---

[97] مثلاً "واتسیاناسھاشیا" اور اس کی شرح "نیا یا وارتکا" مصنفہ ادیوتکر" میں (مذہب الذرۃ عند المسلمین صفحہ ۱۰۷) یہ کتاب پانچویں چھٹی صدی مسیحی کی تصنیف ہے یعنی بعثت اسلام سے پہلے کی۔

کی تصانیف شیخ کے مطالعہ میں آئیں۔[۹۸]

ظاہر ہے اس فکری سرمایہ سے (جو انتہائی نادر اور عزیز الوجود تھا[۹۹]) استفادہ کا شیخ کو بخارا کے سامانی کتب خانہ ہی میں موقعہ ملا ہوگا۔

اس لئے کمال اعتماد سے کہا جاسکتا ہے کہ شیخ کی عبقریت کی تکمیل بخارا کے سامانی کتب خانہ سے ہوئی اور وہ خود اس کا معترف تھا۔

"فقرآت تلك الكتب وظفرت بفوائدها۔"[۱۰۰]

---

[۹۸] شائد اسی ہندو فلسفہ کی (جو ایک مشرق کی ایک توم تھی) خوشہ چینی کی وجہ سے اس پر جو مخصوص فلسفہ مرتب ہوا تھا، شیخ اسے "فلسفہ مشرقیہ" کے نام سے موسوم کرتا تھا اور ممکن ہے ابن رشد کے حسب ذیل قول سے "قالوا وانما سماها فلسفة مشرقية لانها مذهب اهل المشرق۔" اسی جانب اشارہ ہے۔ پھر "اجرام سماویہ کی الوہیت" ہندو مفکرین کا قول ہے اور حسب تصریح ابن رشد یہی شیخ کا مذہب تھا۔

[۹۹] چنانچہ خود شیخ ان کی ندرت اور کمیابی کے بارے میں لکھتا ہے :۔

"ورايت من الكتب مالم يقع اسمه الى كثير من الناس ولم اكن رأيته قبل ذلك ولا رائيته ايضاً من بعد۔"

[۱۰۰] پس میں نے ان کتابوں کو پڑھا اور ان کے فوائد سے بہرہ ور ہوا" (سرگزشت ابن سینا مرتب سعید نفیسی صفحہ ۴)